سلام

(قسط دوم)

سلطان الشعراء مولانا سید محمد کاظم جاوید اجتہادی

(۲۱)

حق کی جانب آکے حرؑ سبط پیمبرؐ سے ملا — راستہ جنت کا آخر فیض سرور سے ملا

یہ نہیں وہ بحر جو بڑھ کر سمندر سے ملا — جب ملا دریا مرے اشکوں کا کوثر سے ملا

جو ملا مجھ کو وہ بازوئے پیمبرؐ سے ملا — انتہا یہ ہے خدا تک مدح حیدرؑ سے ملا

حشر میں شیعوں کی بخشش کا سہارا ہو گیا — بڑھ کے ان کا ہاتھ جب دامان حیدرؑ سے ملا

ذوالفقار حیدری کا ایک جوہر بڑھ گیا — اس کی برش کا پتا جبریل کے پر سے ملا

ہو گیا اس وقت زینبؑ کا کلیجہ بھی لہو — شمر کا دست نجس جب کند خنجر سے ملا

آبداری بھی نہ باقی رہ گئی اللہ ری پیاس — شاہ کا سوکھا گلا جس وقت خنجر سے ملا

آبرو ، عزت، یہ منبر بلکہ گھر جنت میں ہے — مجھ کو کیا کیا اک در سبط پیمبرؐ سے ملا

حضرت زینبؑ کے بیٹے کیوں نہ ہوں مسرور وشاد — اذن دونوں کو لڑائی کا برابر سے ملا

آسمانوں کو ہوئی جنبش ، زمیں تھرا گئی — دست ضرغام احد جب باب خیبر سے ملا

منہ جو بچوں نے ملے لب ہوگئے پانی سے تر — آب اتنا مشک عباس دلاور سے ملا

چھوڑ کر گھر اپنا بلبل کو نکلنا ہی پڑا — جب صبا کا ہاتھ دامان گل تر سے ملا

خوش ہوئے جو جو تھے مست بادہ خم غدیر — جب لب ساغر شراب روح پرور سے ملا

ماں نہ کیوں سمجھے اسے نخل جوانی کا ثمر — پھل سناں کا شاہ دیں کو قلب اکبرؑ سے ملا

حرص کا پہلو ہے اب گردش کو چھوڑا ے آسیا — رزق تجھ کو دیکھ گھر بیٹھے مقدر سے ملا

حال اکبرؑ جو ہے برچھی سے وہی ہے شہ کا حال — کیوں وہ سینہ سینۂ سبط پیمبرؐ سے ملا

رات کو آرام سے سوئے فقیر اللہ کے — ایک در سے کچھ ملا کچھ دوسرے گھر سے ملا

دیکھ اے حر کیوں نہ ہو تعظیم تیری فرض عین — وہ خدا سے مل چکا پہلے جو سرورؑ سے ملا

طول میں جو قد سے بچے کے زیادہ تھا کہیں — تیر ایسا حرملہ کا قلب اصغرؑ سے ملا

تھے دُرغلطاں جہاں کثرت سے دیکھی خوب سیر — بے ارادہ ایک گوہر ایک گوہر سے ملا

خانۂ کعبہ میں حیدرؑ کی ولادت بھی ہوئی — یہ شرف پہلا تھا جو اللہ کے گھر سے ملا

واں گلے میں ریسماں تھی اور بازو میں یہاں — عابدؑ بیمار کو یہ صبر حیدرؑ سے ملا

باعث عزت ہے جاویدؔ آبرو داروں کا قرب
دل صدف کا دیکھ لو کس طرح گوہر سے ملا

(۲۲)

جب نظر زائر کو ارض کربلا آجائے گی — کان میں زینبؑ کے رونے کی صدا آجائے گی
حلقے آنکھوں کے بڑھیں گے اور فرط ضعف سے — یاد عابدؑ کی اگر زنجیر پا آجائے گی
دیکھتے ہیں تیغ کے قبضے کو سرور بار بار — کھنچ گئی تو پھر لعینوں کی قضا آجائے گی
کر عرق ریزی بسان شمع مدح شاہ میں — سوکھ جائے گا پسینہ گر ہوا آ جائے گی
کہتے تھے حضرت نہ پھر آگے بڑھے گا راہوار — جب علی اکبرؑ زمین کربلا آ جائے گی
لاشہ شبیر پر کوئی نہیں ہے تو نہ ہو — سر برہنہ دختر مشکل کشا آ جائے گی
کہہ رہا ہے بڑھ کے اب تک رعب عباسؑ جری — شیر کے نعروں کی دریا سے صدا آجائے گی
تھام کر ٹوٹی کمر روئیں گے شاہ مشرقین — یاد جب حضرت کو بھائی کی وفا آجائے گی
گھاٹ پر عباسؑ جاتے ہیں مگر یہ سوچ کر — دیکھ کر پانی سکینہؑ سے حیا آجائے گی
چھیڑ کر اس سے کیا کرتے تھے سب شادی کا ذکر — حسن قاسمؑ کا بڑھے گا گر حیا آ جائے گی
شوق جنت میں ٹہلتے ہیں رفیقان حسینؑ — بند کھولے ہیں کہ جنت کی ہوا آ جائے گی
بو ترابی ہوں نہ تنہا قبر میں جاؤں گا میں — ساتھ دینے کے لئے خاک شفا آ جائے گی

بوستان کربلا کی کیجئے جاویدؔ سیر
آپ سے ملنے کو جنت کی ہوا آ جائے گی

(۲۳)

جب ذرا بھی چشم اکبر کا اشارا ہو گیا — عکس پتلی کا فلک پر جا کے تارا ہو گیا
نہر پر عباسؑ کے جانے سے یہ حاصل ہوا — مضطرب بچوں کو پانی کا سہارا ہو گیا
اب خیال امت عاصی کی کوئی حد نہیں — شاہ کو فرزند کا مرنا گوارا ہوگیا
جس قدر اب چاہے لے لے شوق سے سرخی شفق — خوں سے رنگیں کربلا کا دشت سارا ہو گیا
جب سنبھالے دونوں بازو ریسمانِ ظلم نے — دو قدم چلنے کا عابدؑ کو سہارا ہوگیا
آسماں پر دیکھتے ہیں غور سے اٹھ کر ملک — حر کی قسمت کا بلند ایسا ستارا ہوگیا
شہ یہ کہتے تھے علی اکبر لگی کیسی سناں — دور ہم تھے پھر بھی زخمی دل ہمارا ہوگیا
کہتی تھیں زینبؑ قیامت تک نہ چھوٹیں گے اسیر — قبر کی صورت یہ زنداں گھر ہمارا ہو گیا
تربت بے شیر پر رو رو کے کہتے تھے حسینؑ — یہ تو آغوش لحد میں اور پیارا ہو گیا
طول مدت سے ہے پژمردہ گل روئے حسینؑ — آ کے ملک شام میں خورشید تارا ہوگیا

روشنی داغ دل ہر طرح سے باقی رہی
بڑھ کے خورشید قیامت، گھٹ کے تارا ہو گیا

جانکنی کے بعد میری قبر میں آئے علیؑ
پھر دوبارہ روئے حیدرؑ کا نظارا ہو گیا

کر کے قبضہ کہتے تھے عباسؑ فوج شام سے
اب نہ آنا اس طرف دریا ہمارا ہو گیا

شیشۂ دل میں جگہ دی داغ کو کچھ سوچ کر
جس قدر میں نے چھپایا آشکارا ہو گیا

کربلا میں خاک ہونے سے بڑھا یہ مرتبہ
صرۂ خاک شفا دل بھی ہمارا ہو گیا

جانکنی میں مسکرائے ہم کہ وہ آئے علیؑ
خیر مرتے دم تو بخشش کا سہارا ہو گیا

اشک کے دریا کا بڑھ جانا ہی طوفاں خیز تھا
کل جہاں پر تھا کنارا آج دھارا ہوگیا

مدح حیدرؑ کا ثمر جاویدؔ اک ہے باغ خلد
لیجئے جنت پہ یوں قبضہ ہمارا ہو گیا

(۲۴)

ہے داغ دل کی طرح سے کینے میں آفتاب
رہتا ہے آسمان کے سینے میں آفتاب

گرمیٔ روز حشر سے اللہ کی پناہ
تر ہوگیا ہے آج پسینے میں آفتاب

اے داغ میں بھی روکش خورشید حشر ہوں
اک آسماں پہ ایک ہے سینے میں آفتاب

اندھیر کیوں نہ شہر میں ہو بعد قتل شاہ
اب آج کل نہیں ہے مدینے میں آفتاب

دکھلائے قلب صاف تو دل میں جگہ بھی ہو
آ جاتا ہے سمٹ کے نگینے میں آفتاب

طے سارے آسماں کو کیا ایک روز میں
اب کیا کرے گا ایک مہینے میں آفتاب

پاکر جگہ شعاع بھی پھیلاتی ہے قدم
خود ضو فگن ہوا ہے نگینے میں آفتاب

روز مباہلہ کی بھی قسمت چمک گئی
پانچ اک جگہ پہ اب ہیں مدینے میں آفتاب

جاویدؔ داغ دل کو گلے سے لگائے ہوں
زیر لحد بھی ہے مرے سینے میں آفتاب

(۲۵)

حسن اکبرؑ پر حسینوں کی نظر ہو جائے گی
روشنی رخ کی ضیا بخش قمر ہو جائے گی

میری بربادی کی ہر دل کو خبر ہو جائے گی
خاک بھی اٹھ اٹھ کے گرد رہگذر ہو جائے گی

تشنہ لب کی قبر پر جو کربلا میں جائے گا
آنکھ اس کی خود بخود اشکوں سے تر ہو جائے گی

شمع محفل سب سے کہتی ہے کہ کیسا انقلاب
عمر ساری ایک صورت پر بسر ہو جائے گی

دیکھ کر حسن علی اکبر یہ بانو نے کہا
ایک دن میری جوانی پر نظر ہو جائے گی

صبح عاشور محرم کا ہے شب سے انتظار
خود تڑپنا حرؑ کا کہتا ہے سحر ہو جائے گی

قید خانے میں سکینہ کو یہ سمجھاتی تھی ماں
رنگ چہروں کے اڑیں گے اب سحر ہو جائے گی

کربلا کی اس قدر جلتی ہے آخر کیوں زمیں
تشنہ کاموں کے لہو سے آج تر ہو جائے گی

شاہ کہتے تھے علی اکبرؑ کروں کیوں پیش وپس | تم سدھارو ٹھوکریں کھاکر بسر ہو جائے گی
غم میں شہ کے پہلے رو پھر بعد اس کے دیکھ لے | آنسوؤں کی ہر لڑی سلک گہر ہو جائے گی
حاسدوں کی ہمتوں پر اعتنا اچھی نہیں | بات ان کی خود دعائے بے اثر ہو جائے گی
حسن اکبر رات کو کہتا تھا کیسی تیرگی | ہٹ گئی جس دم نقاب رخ سحر ہو جائے گی
حضرت عباسؑ کو کب ہے سپر کی احتیاج | خود شجاعت جنگ میں سینہ سپر ہو جائے گی
ذکر حسن زلف اکبر میں کروں کیوں (ذکر) رخ | طول دیدوں ذکر شب میں خود سحر ہو جائے گی
کہتی تھی صغرٰی کہ حال قتل شہ کھل جائے گا | جب اداسی گھر پہ چھائے گی خبر ہو جائے گی

عمر بھر کا تجربہ جاویدؔ یہ کہتا ہے آج
زندگی ساری مصائب میں بسر ہو جائے گی

(۲۶)

دعائیں شاہ کو اپنے پرائے دیتے ہیں | سپاہ حرؑ کو جو پانی پلائے دیتے ہیں
عجب دلیر و دلاور ہیں شاہ کے رفقا | کہ بڑھ کے سینے سناں سے ملائے دیتے ہیں
لحد میں لاشہ اصغر کو رکھ کے شہ بولے | ہم آج خاک میں ان کو ملائے دیتے ہیں
کہاں پہ بیٹھ کے روئیں حسینؑ کو مظلوم | شریر خیمہ سرور جلائے دیتے ہیں
یہ مدعا ہے کہ عابد نہ رہ سکیں آزاد | گلے میں طوق ستمگر پہنائے دیتے ہیں
کہاں پہ چادر زینبؑ کو لے گئے اعدا | حرم کے پردے کے قصہ مٹائے دیتے ہیں
بجا ہے گریۂ شبیرؑ قبر اصغرؑ پر | رہے بھی یا نہ رہے شہ بنائے دیتے ہیں
شہید ہوچکے اصغر بھی جب تو شہ نے کہا | ہماری نسل کو اعدا مٹائے دیتے ہیں
اُدھر ہے لاشہ اکبرؑ اِدھر ہے صبر حسینؑ | سناں یہ کھینچنے میں مسکرائے دیتے ہیں
لعیں وہ جن کو عداوت ہے آل احمدؐ سے | فرس سے خاک پہ شہہ کو گرائے دیتے ہیں
نہیں ہے کوئی جو لاشہ اٹھائے حضرت کا | خدنگ ہاتھوں پہ میت اٹھائے دیتے ہیں
عدو بھی کہتے تھے سن سن کے زاری زینبؑ | یہ کس کے بین کلیجہ ہلائے دیتے ہیں
پنہانے طوق کو اعدا نہ جانے کب آئیں | امام پہلے سے گردن جھکائے دیتے ہیں
ہر ایک کو ہے یہ جلدی کہ جنگ ہو آغاز | سمند شوق میں غازی بڑھائے دیتے ہیں
ہمیں کلام پہ اپنے نہ کبر ہے نہ غرور | برا بھلا ہے یہ جو کچھ سنائے دیتے ہیں
شہید راہ خدا خوش ہیں ہر مصیبت میں | اسی سے زخم بدن مسکرائے دیتے ہیں
حرم کے سینوں میں تابندہ داغ ہیں ایسے | چراغ خانۂ زنداں بجھائے دیتے ہیں
نگاہ حضرت عباسؑ سے یہ ظاہر ہے | کہ بے لڑے ہوئے سب کو بھگائے دیتے ہیں
یہ کربلا میں کیا اہل شام نے اندھیر | چراغ خانۂ زہراؑ بجھائے دیتے ہیں

چمک رہا ہے ستارہ بھی حرؑ کی قسمت کا ؎ حسینؑ بڑھ کے دل اس کا بڑھائے دیتے ہیں
خزانہ ہائے مضامیں کبھی تھے جمع کئے ؎ اب آج تو سر منبر لٹائے دیتے ہیں
خوشی ہے حوروں کی جنت میں آچکے اکبرؑ ؎ حسین چھپے ہوئے چہرے دکھائے دیتے ہیں
شہید راہ خدا لے چکے ہیں جنت کو ؎ اسی سے نزع میں بھی مسکرائے دیتے ہیں
میں مضطرب ہوں تو کہتے ہیں ساقئ کوثر ؎ تجھے ہر ایک سے پہلے پلائے دیتے ہیں
صدائیں آتی ہیں اف اف کی میرے سینے سے ؎ خود اپنی آہ کے شعلے جلائے دیتے ہیں
بنا دیا ہے ہمیں نقش پا مقدر نے ؎ جو راہ چلتے ہیں وہ بھی مٹائے دیتے ہیں
یہ کس طرح کی ہوا چل رہی ہے عالم میں ؎ چمن کے پھول یونہی مسکرائے دیتے ہیں

وہی تو دیکھیں گے جاویدؔ جن کی آنکھیں ہیں
ہم آج جوہر ذاتی دکھائے دیتے ہیں

(۲۷)

دو گھروں کی ان کے مرجانے سے بربادی ہوئی ؎ حضرت قاسمؑ کی شادی بھی عجب شادی ہوئی
دفن کوئی آج پھر کوئے غریباں میں ہوا ؎ اور ویرانہ بڑھا کہنے کو آبادی ہوئی
رفتگاں کا گر پتا بھی کچھ ملا تو یوں ملا ؎ خاک اڑنے سے نمایاں حد بربادی ہوئی
در پہ خیمے کے کئے یہ مادر قاسم نے بین ؎ صبح کو لاش ان کی آئی رات کو شادی ہوئی
حرؑ ترے اشک ندامت نے مٹایا حرف حرف ؎ اب تو پڑھ فرد جرائم دیکھ لے سادی ہوئی
لاش فرزند جواں پر کیوں نہ زینبؑ یہ کہیں ؎ جس کا بیٹا مر گیا ماں اس کی فریادی ہوئی
خون کی بوندیں ٹپکتی ہیں دیا ہے یوں فشار ؎ ایک میرے دل کی سو ہاتھوں سے بربادی ہوئی
بعد قاسمؑ بیٹھ کر ماتم کی صف پر ہے غضب ؎ بی بیاں آپس میں کہتی تھیں کہ کیا شادی ہوئی
عفو کی شہ نے خطا تو حرؑ نے بیٹے سے کہا ؎ اب چلو جنت کی سیریں ہیں کہ آزادی ہوئی
حلق فرزند نبیؐ پر پھیر دی آخر چھری ؎ سچ ہے شمر بے حیا پر ختم جلادی ہوئی
رات کے بیاہے نے دو ٹکڑے کیا ازرق کو بھی ؎ ایک وہ شادی ہوئی اور ایک یہ شادی ہوئی
حرؑ سے عباسؑ علیؑ نے مسکرا کر کہہ دیا ؎ لے سند جنت کی لے دوزخ سے آزادی ہوئی
سر کو کھولے پھر رہی ہے اب اداسی ہر طرف ؎ خانۂ سادات کی عالم میں بربادی ہوئی
سر عزیزوں کے جو لے کر آئے کہہ اٹھے ملک ؎ قابل دید آج سے جنت کی آبادی ہوئی

زندگی کے ساتھ اے جاویدؔ غم بڑھتے گئے
دل کے ویرانے کی کیسی خوب آبادی ہوئی

(۲۸)

ہیں شکستہ قبر میں جو گھر سے ہیں چھوٹے ہوئے ؎ ہاں مکاں رہنے کو پائے تو مگر ٹوٹے ہوئے

کیوں نہ دے تربت جگہ آغوش میں بے شیر کو
رات اندھیاری ہے اور ماں سے ہیں یہ چھوٹے ہوئے

نخل شاخوں سے بلائیں روئے گل کی لیں گے کیا
خود کچلنا کہہ رہا ہے ہاتھ ہیں ٹوٹے ہوئے

زخم پورے کب پڑے کب شہ سے اعدا لڑ سکے
آپ بھی چھوٹے ہوئے اور ہاتھ بھی چھوٹے ہوئے

آسماں کا ان کو دھوکا آب کی چادر پہ ہے
ڈوبنے آئے ہیں تارے نہر میں ٹوٹے ہوئے

خون سے دولہا کے کب رنگیں ہوا ہے پیرہن
داغ دینے کو قبا پر کتنے گل بوٹے ہوئے

دیکھ کر دست بریدہ بھائی کے شہ نے کہا
ہاتھ اٹھیں گے کس طرح بازو تو ہیں ٹوٹے ہوئے

سو زبانوں سے کروں ذکر خدا کہتے تھے شاہ
بن گئے جزو بدن جو تیر تھے ٹوٹے ہوئے

پوچھتا ہوں قبر میں جب حد ایذائے فشار
دیتے ہیں مجھ کو جواب اعضا مرے ٹوٹے ہوئے

کہتے تھے اعدا لڑیں کس طرح بھاگیں کس طرح
ہاتھ ہیں کمبخت شل اور پاؤں ہیں ٹوٹے ہوئے

شیر نے انگڑائیاں دریا پہ لی ہیں بار بار
کہتے ہیں عباسؑ کے بندِ قبا ٹوٹے ہوئے

دشمن حیدرؑ جہنّم میں گئے، ہم سوئے خلد
دیکھئے سچّے ہمیں نکلے، وہی جھوٹے ہوئے

جو برا جاویدؔ کہتے تھے وہ آئیں سامنے
ان کے دعوے بھی غلط اور خود بھی وہ جھوٹے ہوئے

(۲۹)

خیال قبر میں رکھیں گے مرتضیٰؑ میرا
انہیں کے ساتھ ہی ہوجائے گا خُدا میرا

حسینؑ کہتے تھے سن لو یہ ماجرا میرا
گھٹا لہو تو بڑھا اور حوصلا میرا

زمانہ ہو گیا جنت کی مئے نہیں ملتی
رگوں کے ساتھ ہی ٹوٹا ہے آسرا میرا

یہ بڑھ کے کہتے تھے عباسؑ نہر ہے مری ملک
پسند آتے ہی قبضہ بھی ہو گیا میرا

نہ ہو خلاف ادب تو علیؑ نبیؐ سے کہیں
قریبِ مہر نبوت ہے نقش پا میرا

اشارہ اپنی طرف کرکے تیغ کہتی ہے
اس آئینے سے بھی منہ دیکھ لے قضا میرا

مرے مذاق میں دم توڑنا اسی کا ہے نام
جو (رو) رہا تھا وہی زخم دل ہنسا میرا

چھپائے گی مجھے دامن میں خاک کی چادر
کفن بھی کر چکی تیار کربلا میرا

یہ کس لئے مرے مضموں کا خون جائز ہے
چھری نہ پھیریئے کہتا ہے اب گلا میرا

حباب بحر میں ابھرے تو یہ امید ہوئی
یوں ہی جہاں میں بر آئے گا مدعا میرا

کہا حسینؑ نے ہمشیر روئیو اس وقت
کٹے جو تیغ سے سوکھا ہوا گلا میرا

کہا طراروں میں یہ رخش شاہ ذیشاں نے
کہ دم بھرے ابھی چلتی ہوئی ہوا میرا

کہا یہ شمر نے پیاسے حسینؑ تھے بے حد
چلا نہ زور کہ خنجر بھی رک گیا میرا

بغیر میرے نہ جائیں گے خلد میں حیدرؑ
در جناں پہ وہ دیکھیں گے آسرا میرا

یہ بے نشانیوں کی ایک حد تھی بعد فنا
کسی زمیں پہ بنا بھی نہ نقش پا میرا

گلے کے واسطے پھانسی تھی تنگئ زنداں کہا سکینہ نے ماں سے کہ دم گھٹا میرا
بڑھی جو قلب کی سوزش تو کھینچ گئیں آہیں چراغ رات کو جلتے ہی بجھ گیا میرا
فشار قبر سے جب استخواں کریں فریاد خیال رکھیں اس آفت میں مرتضیٰؑ میرا
چلے ہیں نہر پہ یہ کہہ کے حضرت عباسؑ صفیں الٹ دوں جو روکیں یہ راستا میرا
کسی کے دل کو نہ رکھے گا نفس امارہ ڈبوئے گا مری کشتی کو ناخدا میرا

اسی سے مشرق ومغرب میں نام ہے جاویدؔ
کلام ایک زمانے سے ہے جدا میرا

(۳۰)

سب جفائیں ختم ہیں سبط پیمبرؐ کے لئے لاکھوں خنجر کھنچ گئے ہیں اک اُسی سر کے لئے
گردشیں کیوں کر نہ ہوں مہر منور کے لئے مضطرب ہے سایۂ داماں حیدرؑ کے لئے
بابِ خیبر لے لیا دست خدا نے ہاتھ پر اک شرف یہ بھی تھا بازوئے پیمبرؐ کے لئے
میری جنت ہے نجف، رضواں سے یہ کہہ دے کوئی دل تڑپتا ہے ضریح پاک حیدرؑ کے لئے
چھین کر دریا کو یہ کہتے تھے عباسؑ جری ہے ازل سے ہمت وجرأت اسی گھر کے لئے
اس کے دل سے پوچھ لے کوئی غم دنیا کی حد ایک دن میں رو چکا ہو جو بہتر کے لئے
گوشہ دامن سے منہ اپنا چھپا کر بزم میں آج تک روتے ہیں سب زینبؑ کی چادر کے لئے
خود ہی جبریل امیں نے اپنے پر کٹنے کے بعد شوق میں دو تین بوسے دست حیدر کے لئے
اب بھلا موجوں کی زنجیریں اسے روکیں گی کیا بڑھ رہی ہے نہر عباسؑ دلاور کے لئے
پتلیوں کو آنکھ کی کیوں کر کہوں ہو نشہ میں گردشیں ہیں ساغر تسنیم وکوثر کے لئے
آسماں سے کوئی کہہ دے سر جھکا لے خوف میں ہاتھ بڑھتے ہیں علیؑ کے باب خیبر کے لئے
یوں غدیر خم کے مستوں کو دوعالم کی ہے سیر کچھ یہاں کے لے لئے کچھ جام کوثر کے لئے
ہے ولادت کا محل کعبہ تو مسجد جائے قتل گھر خدا کے ہوگئے مخصوص حیدرؑ کے لئے
اب کہاں تک خاک چھانیں دشت کی سب بیبیاں اب کہاں تک روئیں برگشتہ مقدر کیلئے
موت کی تصویر اک پیش نظر ہے دیکھ لے سنگ تربت آئینہ ہے اک سکندر کے لئے
اب نہ جانیں خون کی بوندیں ہیں یا پانی کی ہیں مشک بھی روئی ہے عباسؑ ولادر کے لئے
طول میں جو قد سے بچے کے زیادہ ہے کہیں حرملہ کا تیر وہ تھا حلق اصغرؑ کے لئے
قتل اعدا کا نیا محضر نئی مہریں ہوئیں خون کے قطرے ہیں جو ہر تیغ سرور کے لئے
کروٹیں بستر پہ سجادؑ حزیں بدلیں گے کیا ہر شکن ہے اک چھری اس جسم لاغر کے لئے
مر گئے وارث ، جلے خیمے ، لٹے شہ کے حرم خاتمہ تھا ہر مصیبت کا اسی گھر کے لئے
ساتھ غربت میں دیا زینبؑ نے اپنے بھائی کا بے کفن وہ تھے تو یہ محتاج چادر کے لئے

مسکرا کر مجھ سے رضواں نے یہ محشر میں کہا		گھر ہے جنت کا غلام خاص سرور کے لئے
چوم لے گی دست مہدیؑ ذوالفقار مرتضیٰؑ		چرخ سے تلوار اتری ہے اسی گھر کے لئے
دست مہدیؑ سے کھنچے گی اب علیؑ کی ذوالفقار		اور ہے اک ہاتھ اس تیغ دو پیکر کے لئے
مل کے دونوں ذوالفقار حیدری بن جائیں گے		دست حیدرؑ مہد سے بڑھتے ہیں اژدر کے لئے
نامہ برسے رو کے صغریٰ نے یہ آخر میں کہا		ایک گلدستہ لئے جا بھائی اکبرؑ کے لئے
ماں سے قاسمؑ کی کہو سہرے کے جتنے پھول ہیں		ان کو رہنے دیں کہیں تربت کی چادر کے لئے

کہہ دیئے یہ شعر بھی جلدی میں اعلیٰ کہہ دیئے
اب کمال فن ہے جاویدؔ سخنور کے لئے

(۳۱)

زینبؑ کے پسر پیاس سے گھبرائے ہوئے ہیں		دو پھول دم صبح سے مرجھائے ہوئے ہیں
دھڑکن دل اصغرؑ میں ہے کیا بعد فنا بھی		اب تک شہ دیں لاش کو لپٹائے ہوئے ہیں
عباسؑ جو گھوڑے سے علم لے کے گرے ہیں		شبیرؑ پہ آثارِ الم چھائے ہوئے ہیں
حضرت کا یہ نقشہ ہے کہ غش آتے ہیں پیہم		اکبرؑ جو کلیجے پہ سناں کھائے ہوئے ہیں
دنیا کی کسی شے سے شہیدوں کو نہیں کام		سب گرد بیاباں کے کفن پائے ہوئے ہیں
حر ساتھ رفیقوں کے ہوا شہ کا قدم بوس		چاروں یہ حضوری کے شرف پائے ہوئے ہیں
اکبر کا جو عالم ہے وہی ہے شہ دیں کا		دم ان کا نکلتا ہے یہ گھبرائے ہوئے ہیں
قاسمؑ پسر سعد سے کہتے تھے دم جنگ		بھیج ان کو جو نامی ترے بلوائے ہوئے ہیں
عباسؑ سے بچوں کو جو پانی کی ہے امید		سب ہاتھوں کو پہلے ہی سے پھیلائے ہوئے ہیں
آپس میں یہ کہتے تھے رفیقان شہ دیں		ہاں دیر سے حوروں کے پیام آئے ہوئے ہیں
بلوے میں کھلا ہے جو سر دختر حیدرؑ		سر شرم سے سجادؑ بھی نیوڑھائے ہوئے ہیں

جاویدؔ یہی وقت ہے دل کھول کے پڑھئے
احباب جو ہیں خاص وہ سب آئے ہوئے ہیں

(۳۲)

ہوتا تھا یرش جب بہت ارباب دغا کا		شبیرؑ یہ کہتے تھے کہ بندہ ہوں خدا کا
سر رکھ کے کہا حر نے یہ حضرت کے قدم پر		خادم متمنی ہے بس اب رن کی رضا کا
کیسا ہے مزاج آپ کا زینبؑ نے جو پوچھا		حضرت نے یہ فرمایا کہ ہے شکر خدا کا
عباسؑ یہ فرماتے تھے لشکر کو بھگا کر		کیا اصل مری، ہے یہ اثر شہ کی دعا کا
جب وارد صحرائے بلا خیز ہوئے شاہ		فرمایا سفر ختم ہوا کرب و بلا کا
ہے میری طرح اب اسے فریاد کی عادت		پوشیدہ نہیں راز کوئی بانگِ درا کا

شہ کہتے تھے اصغر ہے گل تر سے بھی نازک   سایہ کروں کس طرح نہ دامان قبا کا
شمشیر علیؑ میان سے نکلی نہیں باہر   دم بند ہوا جاتا ہے پہلے سے ہوا کا
ہاتھوں پہ ادھر شاہ نے اصغر کو اٹھایا   اور آگیا اس سمت کو پیغام قضا ہے
خنجر کی لٹی جاتی ہے آب اور زیادہ   پیاسا ہے جو دلبند رسولؐ دوسرا کا
فرزند کے ہمراہ چلے آتے ہیں شبیرؑ   دیکھیں گے تماشا علی اکبرؑ کی وغا کا
کہتے ہیں علمدار یہ لشکر کو بھگا کر   روباہ تھے یہ ، شیر تھا میں دشت وغا کا

جاویدؔ رہیں دوست ترے خرم وخورسند
ہے ختم سلام، اب ہے یہ ہنگام دعا کا

(۴۳)

یہ لطف کبھی سیر جہاں سے نہیں ملتا   کیا کیا در سلطان زماں سے نہیں ملتا
ہو خاک زمانے پہ کہ سلطان زمن کو   قطرہ بھی کوئی آب رواں سے نہیں ملتا
جس وقت سے تنور میں آرام ملا ہے   سرشاہ کا خولی کے سناں سے نہیں ملتا
چلہ بھی چڑھائے ہوئے تیوری ہے اسی سے   تیروں کا مزاج آج کماں سے نہیں ملتا
اک داغ جگر لے کے ہم آئے ہیں لحد میں   کب اور ثمر باغ جہاں سے نہیں ملتا
بھولا ہے بن سعد تواضع کا طریقہ   اب جھک کے شقی پیرو جواں سے نہیں ملتا
کیوں سوئے عدم جائیں نہ آنکھوں کو کئے بند   یہ راستہ قدموں کے نشاں سے نہیں ملتا
بانو نے کہا کب سے ہوئی رسم یہ جاری   فرزند کوئی چھوٹ کے ماں سے نہیں ملتا
یہ مر کے ہوا اس کے طریقوں سے تنفر   پھر بار دوم کوئی جہاں سے نہیں ملتا
اک نیزے پہ خورشید قیامت ہے درخشاں   سر شاہ کا اب نوک سناں سے نہیں ملتا
پیری میں نگاہیں ہیں طبیعت کی طرح سے   دل آخرکار اہل جہاں سے نہیں ملتا
حضرت کی نگاہوں میں کھٹکتی ہے اسی سے   دل بھی علی اکبرؑ کا سناں سے نہیں ملتا

جاویدؔ ترے دل سے ہیں مداح سخن داں
کب لطف نیا طرز بیاں سے نہیں ملتا

(۴۴)

رخش پر ہیں شاہ دیں فوج ستمگر دیکھ لے   رعب حیدرؑ دیکھ لے شان پیمبرؐ دیکھ لے
دیر سے جنبش میں خود ہے باب خیبر دیکھ لے   کس کی طاقت ہے جو سوئے چشم حیدرؑ دیکھ لے
دل پہ مادر کے کھنچی ہے صورت اکبر مگر   ظاہری آنکھوں سے بانو اس کو کیوں کر دیکھ لے
آیہ تطہیر لکھا ہے نہیں پیوند یہ   دیکھنے والے ذرا زینبؑ کی چادر دیکھ لے
آخری ہے روشنی یہ جلوہ گاہ ناز کی   حسن اکبرؑ سے ہر اک شان پیمبرؐ دیکھ لے

کفر کی بنیاد دست مرتضیٰؑ سے مٹ گئی
جس کے دل میں شک ہو سوئے باب خیبر دیکھ لے

جس پہ سوتے تھے پیمبرؐ اب علیؑ ہیں اس کی زین
آسماں سے کہہ دو جھک کر شان بستر دیکھ لے

کہتے تھے جبریل حیدرؑ سے کہ اے دست خدا
ہیں شکستہ مسکرا کر میرے شہپر دیکھ لے

(گوش زخمی) سے جو ٹپکا خون تو بولی یہ ماں
اے سکینہؑ دور سے کانوں کے گوہر دیکھ لے

منکر معراج حیدرؑ ہوش کر اپنے درست
پائے ضیغم کو سر دوش پیمبرؐ دیکھ لے

دیکھنے کا انقلاب دہر کے جس کو ہوشوق
ریش حضرت پر خضاب خون اصغرؑ دیکھ لے

مصطفیٰؐ نے خود شب معراج در پردہ کہا
عرش کے اے آنے والے دست حیدرؑ دیکھ لے

بت شکن کے پاؤں ہیں مہر نبوت کے قریں
اب سردوش پیمبرؐ شان حیدرؑ دیکھ لے

جا کے کوثر پر نگاہوں کو اسی کی ہے تلاش
جام ہیں چھوٹے بڑے یا سب برابر دیکھ لے

جس میں گنجائش ہوخم کی (جام ایسے) مجھ کودے
شوق کہتا ہے کہ ہے سب سے یہ بہتر دیکھ لے

بال پڑ جائے جو اس میں تو کلیجے کا ہو خون
آنکھ رکھتا ہے تو خود شیشہ اٹھا کر دیکھ لے

ہے عدالت جانشین مصطفیٰؐ کی یادگار
ہے کتب میں قصۂ باز وکبوتر دیکھ لے

اے غدیر خم کے میکش لے سر کوثر قرار
سب کی حد پہچان لے گا ایک ساغر دیکھ لے

روح حیدرؑ نے کہا شہ سے علی اکبر کے بعد
حال زور دست یہ لاشہ اٹھا کر دیکھ لے

نکلے اب تنتے ہوئے خیمے سے زینبؑ کے پسر
شان حیدرؑ یہ ہے وہ تصویر جعفرؑ دیکھ لے

شمر حد اس کے تڑپنے کی اسی سے کھل گئی
خود ہی ہے چیں بر جبیں عابدؑ کا بستر دیکھ لے

آنکھ کی پتلی کو اپنی حد گردش بھول جائے
یہ اگر دست خدا پر باب خیبر دیکھ لے

اے ملک زور ید اللّٰہی کی کوئی حد نہیں
حال کھل جائے گا سوئے باب خیبر دیکھ لے

ہر غلام مصطفیٰ کو ملتی ہے معراج بھی
جس کو شک ہو وہ مجھے بالائے منبر دیکھ لے

قاصد صغریٰ سے آخر میں یہ کہتے تھے حسینؑ
ایک دن میں لٹ گیا میرا بھرا گھر دیکھ لے

شمر سے عابدؑ یہ بولے جب چلے دربار میں
ہے ابھی تک ساتھ برگشتہ مقدر دیکھ لے

جرأت وہمت اگر مضطر ہے بیعت کے لئے
مرتضیٰؑ کے ہاتھ کی تیغ دو پیکر دیکھ لے

جونظر انجام بیں ہے اس پہ کھل جائے گا صاف
کربلا کی خاک والے خلد کا گھر دیکھ لے

کربلا اِس سمت کو ہے روضۂ رضواں اُدھر
دیکھنا ہو گر تو دونوں کو برابر دیکھ لے

جل اٹھیں گے یہ اگر ہے گرم آہوں میں اثر
دل جلانے والے شمعوں کو بجھا کر دیکھ لے

دیں ہیں دو آنکھیں خدا نے گر تو رو کر بزم میں
لطف تسنیم اس میں اس میں سیر کوثر دیکھ لے

خاک میں مل جائے گی اس کی طرح ایجاد بھی
آئینہ میں موت کے صورت سکندر دیکھ لے

دیکھنی ہے تجھ کو اے مرحب اگر حد برش
تیغ حیدرؑ چھوڑ کر جبریل کے پر دیکھ لے

روک اپنے ہاتھ کو اے شمر پیاسے ہیں حسینؑ
پانی پانی خود ہوا جاتا ہے خنجر دیکھ لے

کربلا والوں کی اس تعداد میں جس کو ہو شک — کیوں گنے لاشوں کو داغِ دل بہتر دیکھ لے
کوئی مرحب سے کہے خانہ خرابی ہو چکی — دیکھنا پھر درکو پہلے زور حیدرؑ دیکھ لے
وقت آخر لاشہ فرزند پر کہتے تھے شاہ — اس کو میں جی بھر کے دیکھوں مجھ کو اکبرؑ دیکھ لے
پھل سناں کا لے کے نکلا ہے کلیجہ دل کے ساتھ — کس طرح کڑیل جواں کی لاش مادر دیکھ لے
جھلملاتے سینکڑوں تارے نظر آ جائیں گے — ذووالفقار حیدرؑی کے کوئی جوہر دیکھ لے
ہم نے مانا رخ سے اٹھی ہے نقاب مرتضیٰؑ — نور خالق کو کوئی آنکھوں سے کیوں کر دیکھ لے
ماں یہی کہتی ہوئی خیمے کے در تک آئی ہے — اک نظر پھر مڑ کے میری سمت اصغرؑ دیکھ لے

جو نہ اے جاویدؔ کھینچے متصل اوپر کی سانس
اپنے دل کے آئینے کو وہ مکدر دیکھ لے

(۳۵)

تیر جو دل میں در آئے ہیں نکل سکتے نہیں — کروٹیں بھی اب تڑپ کر شہ بدل سکتے نہیں
یاس سے منہ دیکھتا ہے مڑ کے گھوڑا باربار — ضعف ایسا ہے کہ حضرت اب سنبھل سکتے نہیں
کہتے تھے عابدؑ سکینہؑ سے یہ وقت جنگ شاہ — جاؤ تم کر لو زیارت ہم تو چل سکتے نہیں
اے عزیزو! دونہ یوں مٹی کفن ہوگا خراب — ہم قیامت تک لباس اب تو بدل سکتے نہیں
نعرۂ شیرانہ ابن علیؑ کا ہے یہ قول — دل بھی سینوں میں لعینوں کے سنبھل سکتے نہیں
ہاتھ دونوں کٹ گئے ہیں حضرت عباسؑ کے — اب کف افسوس بھی حسرت سے مل سکتے نہیں
رحمت حق کا ہے سایہ عابدؑ بیمار پر — دھوپ میں چلتے ہیں، گو عابد یہ چل سکتے نہیں
پڑھ کے خط صغریٰ کا قاصد سے یہ سرور نے کہا — اپنی قسمت کے لکھے کو ہم بدل سکتے نہیں
گھُٹ کے زنداں میں سکینہ کہہ رہی تھی ماں سے یہ — تنگ ایسا ہے یہ گھر جس سے نکل سکتے نہیں
اُس طرح صغریٰؑ اِدھر عابدؑ ہیں پابند ملال — یہ وہی بیمار غم ہیں جو سنبھل سکتے نہیں
تیغ حیدر کیوں کھنچی لڑنے کو کیوں آئے حسینؑ — ڈر کے مارے دم لعینوں کے نکل سکتے نہیں
وقت آخر دیکھتے ہیں شہ نگاہ یاس سے — کشمکش میں تیر سینے سے نکل سکتے نہیں
پیاس نے بچوں کو ایسا کر دیا ہے ناتواں — بے بھرے ساغر بھی ہاتھوں سے سنبھل سکتے نہیں
کہتے تھے عابدؑ تڑپنے کی بھی حسرت لے چلے — ضعف سے بستر پہ کروٹ تک بدل سکتے نہیں
ڈر سے اعدا کے نہ دیکھی اس طرح بھی شکل آب — آنکھ سے بچوں کے آنسو بھی نکل سکتے نہیں

یہ بھی ہے جاویدؔ اک عجز طبیعت کی دلیل
اپنی حد سے شعر بھی باہر نکل سکتے ہیں

(۳۶)

اسی طرف نظر آفتاب اٹھتی ہے — رخ حسینؑ سے شاید نقاب اٹھتی ہے

اسی سے کھا کے بہت پیچ و تاب اٹھتی ہے
کہ موج خود پئے دید حباب اٹھتی ہے

غدیر خم کے کدھر مست ہیں ادھر آئیں
فقط یہ کہنے کو موج شراب اٹھتی ہے

زباں کو بند جو رکھتی نہیں ہیں تلواریں
علیؑ کی تیغ بھی دینے جواب اٹھتی ہے

خود ان کا داغ ملا شاہ دیں کو پیری میں
جو لاش اٹھائی ہے بار شباب اٹھتی ہے

زبان تیغ ید اللہ کیا رکے چل کر
عمل بتانے کو یہ لا جواب اٹھتی ہے

یہ ان کا حال ہے جن کو نہیں ہے پاس نبیؐ
ذرا ذرا میں خدا کی کتاب اٹھتی ہے

فرس حسینؑ کا رکھتا نہیں زمیں پہ قدم
اٹھی جو گرد تو بن کر سحاب اٹھتی ہے

شمار میں نہیں لاتی کسی کو تیغ علیؑ
یہ جوہروں کا جو کرنے حساب اٹھتی ہے

گری اگر تو گری بن کے صاعقہ وہ تیغ
اگر اٹھی تو بسانِ سحاب اٹھتی ہے

خیال آتا ہے صغریٰ کو اپنے بابا کا
جو دیکھ کر وہ پریشان خواب اٹھتی ہے

ہے شوق دید بھی آیا ہے حُر بھی شہ کے قریب
اُدھر نظر تو اِدھر کو نقاب اٹھتی ہے

یہی ہے وقت چلو سر کے بل چلو جاویدؔ
ضریح سبط رسالت مآبؐ اٹھتی ہے

(۳۷)

کریں گے وصف نہ احباب بار بار مرا
رکا اگر قلم منقبت نگار مرا

(مثال ماہ) جھکا بھی اگر تو کھینچ کے جھکا
لئے تھا کبر کا پہلو بھی انکسار مرا

یہ کس طریق سے پھرتا تھا بعد مرنے کے
کہ سو جگہ سے شکستہ ہوا مزار مرا

غم حسینؑ ہر اک جا پہ کام آتا ہے
چراغ داغ سے روشن ہوا مزار مرا

نہیں تھا مجھ سا زمانے میں کوئی سر گشتہ
جو بیٹھ جائے کہیں تو نہیں غبار مرا

حسینؑ کہتے تھے اکبرؑ کی قدر لازم ہے
رسولؐ سے ہے مشابہ یہ گلعذار مرا

مری لحد میں مدینے کا آفتاب آیا
اسی سبب سے تو روشن ہوا مزار مرا

جگر پہ تیر لگا ہے تو کہہ رہے ہیں حسینؑ
ہزار شکر کوئی تو ہے غمگسار مرا

حسینؑ کہتے تھے اکبرؑ سے ہے کہاں پانی
تڑپ تڑپ کے نہ منہ دیکھو بار بار مرا

یہ پیش کہتا ہے تسبیح سے غضب کی ہے جا
ہر اک سے ہو کے مقدم نہیں شمار میرا

نہ خاکساروں کی دم بھر بھی ہم نشینی کی
یہ کن ہواؤں میں آخر رہا غبار مرا

حسینؑ کہتے تھے مطلق نہیں ہے فکر لحد
ہر اک کے قلب میں بن جائے گا مزار مرا

بروں کو بھی کبھی جاویدؔ نے برا نہ کہا
خدا گواہ کہ یہ بھی نہ تھا شعار مرا

(۳۸)

پھر آج ذوالفقار لعینوں پہ چل گئی / برسوں کے بعد قلب کی حسرت نکل گئی
دریا پہ سن کے نعرۂ عباسؑ غل ہوا / پانی کے واسطے کہیں تلوار چل گئی
سمجھیں یہ بی بیاں کہ نہ پردہ کوئی رہا / خیمے کی ہر قنات جو آتش سے جل گئی
حضرت کے پیاسے رہنے کا آیا ہر اک کو دھیان / اک آگ دل میں لگ گئی جب دھوپ ڈھل گئی
میں سوز دل کو لے کے جو آیا میان بزم / ہر شمع بے جلائے ہوئے آپ جل گئی
کرتی تھی عرض سب سے سکینہؑ یہ بار بار / ذکر بہشت سن کے طبیعت بہل گئی
سرکائی شاہ نے رخ روشن سے جب نقاب / گو دوپہر تھی رن میں مگر دھوپ ڈھل گئی
ہمجولیاں یہ کہتی تھیں صغریٰ کو دیکھ کر / دو روز میں بخار سے صورت بدل گئی
بچوں نے شکل آب تو آنکھوں سے دیکھ لی / نکلے جو اشک قلب کی حسرت نکل گئی

جاویدؔ کیوں بڑھاپے میں آئینہ دیکھیے
یہ بھی کہے گا منہ پہ کہ صورت بدل گئی

(۳۹)

طلب پہ شہ کو شقی یہ جواب دیتے ہیں / بھلا کہیں کسی مہماں کو آب دیتے ہیں
ہوئے ہیں خوف سے حضرت کے منقلب لاشے / جہاں کو یہ خبر انقلاب دیتے ہیں
صدائے بلبل نالاں ہے بے قرار جنہیں / چٹک چٹک کے وہ غنچے جواب دیتے ہیں
محیط دہر کی اچھی طرح سے سیر نہ کی / ابھر ابھر کے صدا یہ حباب دیتے ہیں
شہید راہ خدا طعنہ زن انہیں پر ہیں / جو لوگ جان بصد اضطراب دیتے ہیں
وہی ملک مرا منہ دیکھتے ہیں محشر میں / .... دیتے ہیں
غبار اٹھ کے نہ ٹھہرے گا اب سر میداں / شکست پھر خلف بو تراب دیتے ہیں
حسینؑ کہتے تھے بجھتی نہیں ہے پیاس مری / عبث شقی مجھے خنجر کا آب دیتے ہیں
مجھے سرور بھی ہوتا ہے نشہ کے ہمراہ / جو اپنے ہاتھ سے ساقی شراب دیتے ہیں
اُدھر تو چشم کے کچھ جھلملا رہے ہیں چراغ / اُدھر بڑھاپے میں اعضا جواب دیتے ہیں
ہیں چپ تو مانگ نہ اہل دول سے اے سائل / خموش رہ کے یہ تجھ کو جواب دیتے ہیں
فشار قبر بھی شاید سوال ہے کوئی / کہ ٹوٹ ٹوٹ کے اعضا جواب دیتے ہیں

برائی کرتے ہیں جو ذاکروں کی اے جاویدؔ
عبث وہ ہاتھ سے اپنے ثواب دیتے ہیں

(۴۰)

خیمہ شاہ میں اک شور بکا ہوتا ہے / سجدۂ حق میں سر شاہ جدا ہوتا ہے

رن میں پامال جو ہونے کو ہے لاشہ شہ کا
بی بیاں کہتی ہیں گھبرا کے یہ کیا ہوتا ہے

داغ فرزند جواں دیکھنے کے قابل ہے
شہ سے فرزند برابر کا جدا ہوتا ہے

ہے زمانے میں یتیموں کی تسلی لازم
شمر رونے پہ سکینہؑ کے خفا ہوتا ہے

نام اس کا ہے عبادت اسے کہتے ہیں نماز
سجدۂ حق میں سر شاہ جدا ہوتا ہے

کسی پہلو دل اکبرؑ کو نہیں صبر و قرار
پھل جو برچھی کا کلیجے سے جدا ہوتا ہے

تہہ خنجر کہا حضرت نے بہن سے ہٹ جاؤ
حق سے وعدہ جو کیا تھا وہ وفا ہوتا ہے

بچپنا دختر شبیرؑ کا دیکھے توکوئی
دل دھڑکتا ہے تو کہتی ہے یہ کیا ہوتا ہے

غم سے ہوتی ہیں ستاروں کی بھی آنکھیں پرنم
چرخ پر جب کہ عیاں ماہ عزا ہوتا ہے

ایک سے ایک بچھڑتا ہے دم ذبح حسینؑ
خون ہر رگ سے گلے مل کے جدا ہوتا ہے

قیدخانہ ہے عجب تیرہ وتار اے جاویدؔ
دم سکینہؑ کا اندھیرے سے خفا ہوتا ہے

(۴۱)

اے سلامی کہوں کس طرح کہ کیا یاد آیا
کربلا میں مجھے جنت کا مزا یاد آیا

گھر میں معبود کے بس زور ید اللہ کھلا
بت بھی اس طرح گرائے کہ خدا یاد آیا

خون پیکاں میں جو دیکھا تو کلیجہ ہوا خوں
شہ کو سوکھا ہوا اصغرؑ کا گلا یاد آیا

ہوگا گردوں پہ ہلال آج سے انگشت نما
ہم کو حضرت کا گریبان قبا یاد آیا

قید خانے میں سکینہؑ یوں ہی رونے جو لگی
کہا بانو نے کہ بی بی تمہیں کیا یاد آیا

کیوں نہ زینبؑ ہوں پریشان کہ مارے گئے سب
سارا گھر آپ کو ہنگام دعا یاد آیا

پائے عابدؑ پہ جو گرنے لگی زنجیر آکر
آپ کو سلسلہ صبر و رضا یاد آیا

باتیں عباسؑ کے فرزند کی جس جس نے سنیں
بازوئے شاہ کا سب طرز وفا یاد آیا

جب سر حضرت زینبؑ پہ بھی چادر نہ رہی
دیکھنے والوں کو اس وقت خدا یاد آیا

کیا تعلق ہے کہ جس وقت سناں کو دیکھا
سر مظلوم و غریب الغربا یاد آیا

پائے عابدؑ سے سدا خار نکلتے ہی رہے
گھر میں رہ کے بھی انہیں دشت بلا یاد آیا

بعد مدّت کے کہا تم نے سلام اے جاویدؔ
خاطر دوست سے پھر آج خدا یاد آیا

(۴۲)

شاکی ہے عبث رزق جو گردوں نہیں دیتا
کوئی تجھے تقدیر سے افزوں نہیں دیتا

پیاسوں کو یہ غم ہے کہ نہ ہو خشک ہوا سے
پانی کے سوا زخم جگر خوں نہیں دیتا

میں وہ ہوں کہ نعلین گدائے در شبیرؑ
ہرگز عوض تاج فریدوں نہیں دیتا

غنچہ کہا اکبرؑ کے دہن کو تو کہا کیا — کچھ بات نہیں ، رنگ یہ مضموں نہیں دیتا
کس مرتبہ ظالم ہے یزید ستم ایجاد — عابدؑ کو پدر کا سر پر خوں نہیں دیتا
اللہ ری ضد جاکے جو خوش ہوں گا لحد میں — تکلیف سفر بھی مجھے گردوں نہیں دیتا
زنداں میں اسیروں پہ نئی قید ہوئی ہے — رونے بھی انہیں حاکم ملعوں نہیں دیتا
کیوں کر نہ عزادار کے آنسو کا بندھے تار — سر رشتۂ غم ہاتھ سے محزوں نہیں دیتا
لاشوں کے اٹھانے میں یہ فرماتے تھے حضرت — دم لینے کی مہلت مجھے گردوں نہیں دیتا
زخمی ہیں سراپا شہ دیں تیغ وسناں سے — وہ کون سا ہے زخم کہ جو خوں نہیں دیتا

جاویدؔ وفا ختم ہے عباسؑ جری پر
کب داد سخن مجھ کو یہ مضموں نہیں دیتا

(۴۳)

دے نئے رنج نہ اے چرخ کہن تو مجھ کو — وجد میں لائی ہے مدح شہ خوش خو مجھ کو
ہوں گنہگار مگر حب علیؑ ہے دل میں — کیا جلا سکتی ہے اے نار سقر تو مجھ کو
حال زخموں کا تن شہ کے بیاں ہو کیونکر — ہاتھ آتا نہیں خالی کوئی پہلو مجھ کو
حلق میں پڑتے ہیں افراط بکا سے پھندے — نام سے پانی کے ہو جاتا ہے اچھو مجھ کو
چشم اکبرؑ کا اشارہ تھا یہی مردم سے — کوئی اعجاز کوئی کہتا ہے جادو مجھ کو
بارگاہ پسر شاہ ولایت ہے یہی — سیب فردوس کی آتی ہے یہاں بو مجھ کو
فرس شہ کے طراروں میں اشارے تھے یہی — میں وہ گھوڑا ہوں کہ پاتے نہیں آہو مجھ کو
کہتی تھی تیغ ید اللہ وہ سفاک ہوں میں — روک سکتے نہیں جبریل کے بازو مجھ کو
روکے کہتی تھی سکینہؑ کہ خبر لو بابا — جھڑکیاں دیتا ہے پھر شمر جفا جو مجھ کو
شاہ کہتے تھے زیادہ نہیں پانی درکار — دے دو اصغرؑ کے لئے ایک ہی چلو مجھ کو
بانو کہتی تھی کہ میں قید میں کیوں کر جاؤں — ڈھونڈھتا ہو نہ کہیں اصغرؑ مہرو مجھ کو

جوڑ کر ہاتھ ید اللہ سے کہہ اے جاویدؔ
داخل خلد کریں شاہ کے بازو مجھ کو

(۴۴)

چمک پر دوپہر کی ناز ہے مہر درخشاں کو — دکھادوں اے فلک داغ غم شاہ شہیداں کو
ہوئی الجھن کیاجب یاد محبوسان زنداں کو — رکے یہ دم کہ سمجھے طوق سب اپنے گریباں کو
ز ہے جاہ وحشم لکھا قلم نے لوح تربت پر — ہوا خواہوں میں اولاد پیمبرؐ کے سلیماں کو
ہوئی ہے گو بسر یہ عمر میری جرم میں یا رب — تری رحمت سے پاتا ہوں بہت کم اپنے عصیاں کو
چلے خیمے سے گودی میں لئے میداں کو جب حضرت — بہت پھر پھر کے دیکھا اصغرؑ بے شیر نے ماں کو

تعجب ہے نجف کو چھوڑ کر ہے خلد کا درباں
دکھایا کون سا جنت نے باغِ سبز رضواں کو

خبر قاسمؑ کی سن کر بی بیوں میں ہوگیا محشر
چھڑایا کانپتے ہاتھوں سے صغریٰؑ نے بھی افشاں کو

کلیجے آ گئے تھے دیکھنے والوں کے بھی منہ کو
پدر نے جب پسر کے حلق سے کھینچا تھا پیکاں کو

عظیم آباد میں میں شوق سے ملنے کو آیا ہوں
سناؤں گا کلام خوب میں شادؔ سخن داں کو

(۴۵)

زرد رو یہ بھی ہے مستوں کی بحالی دیکھ کر
مہر خود چکر میں ہے جام سفالی دیکھ کر

روئی چہرہ ماں کا اک نازوں کی پالی دیکھ کر
ہائے اصغرؑ کہہ اٹھی جھولے کو خالی دیکھ کر

جو لگایا ہاتھ کچھ اس کا تعلق دل سے تھا
کٹ گئے حاسد مری نازک خیالی دیکھ کر

ذوالفقار حیدری سے ڈر کے کہتے تھے ملک
چل فلک پرائے زمیں کی رہنے والی دیکھ کر

سامنے جب (بعد) فرزندوں کے ازرق آ گیا
میان سے شمشیر قاسمؑ نے نکالی دیکھ کر

سچ کہا ہے جلد ہو جاتا ہے صحبت کا اثر
سیر بھی گردش میں ہے فانوس خالی دیکھ کر

وہ اداسی شہ کے گھر کی وہ فسردہ داغ دل
ہر شکن چیں بر جبیں بستر وہ خالی دیکھ کر

چلتے چلتے شہؑ نے اصغرؑ سے کہا یہ چند بار
تم نہ رونا یہ مکاں راتوں کو خالی دیکھ کر

دل کو مستوں کے کشش کیوں ہے مہہ نو کی طرف
ہم کو تو نفرت ہے اس ساغر کو خالی دیکھ کر

سمجھے اکبرؑ اب نہیں قلب وجگر کی خیریت
خون دل کا ہو گیا اشکوں کی لالی دیکھ کر

ہے شعاع مہر تاباں میرے دعوے پر دلیل
انگلیاں اٹھتی ہیں شمشیر ہلالی دیکھ کر

کیوں کہا اکبرؑ نے دی رن کی اجازت ماں نے دی
شہ نے پہچانا تھا چہرے کی بحالی دیکھ کر

پہلے کب اس کی خبر تھی نام کو پانی نہیں
خوش ہوئی تھی مشک اک نازوں کی پالی دیکھ کر

شمر بھی سمجھا کہ اپنے وقت کے یہ ہیں امام
وقت آخر شہ کے چہرے کی بحالی دیکھ کر

وہ اداسی سر کو کھولے وہ ادا وہ داغ دل
ہر شکن چیں بر جبیں بستر کو خالی دیکھ کر

دل میں اک مظلوم یہ سمجھا کہ اصغرؑ اب کہاں
حرملہ کے تیر پر کچھ خوں کی لالی دیکھ کر

کہتے تھے عونؑ ومحمدؑ کل لڑیں گے فوج سے
کچھ ہنسی آئی تھی تصویر خیالی دیکھ کر

غیظ سے اکبرؑ کے ماں کے دل کی طاقت بڑھ گئی
خون میں جوش آ گیا چہرے کی لالی دیکھ کر

شہ کو یہ ڈر تھا کلیجہ بھی نہ کھنچ آئے کہیں
سینۂ اکبرؑ سے برچھی بھی نکالی دیکھ کر

اہل بیت شہؑ کو اٹھارہ جگہ رونا پڑا
سب کے بستر گیارہویں شب گھر میں خالی دیکھ کر

زخم دل کی آنکھ میں جاویدؔ بھر آتے ہیں اشک
مثل دامن ہاتھ بھی سائل کا خالی دیکھ کر

اس صفت کا جز علی مرتضیٰؑ کوئی نہیں
حق کا بندہ اور نصیری کا خدا کوئی نہیں

جز علی مرتضیٰؑ عقدہ کشا کوئی نہیں
بلکہ یوں کہئے کہ اب دست خدا کوئی نہیں

تیغ کب ہے دست اکبرؑ میں کھنچی ہے شکل موت
اورایسا آئینہ صورت نما کوئی نہیں

فاصلہ ذات خدا سے دو کمانوں کا رہا
مصطفیٰؐ سا ہاں، حبیب کبریا کوئی نہیں

ہے نظام قدرت اللہ سے اک اک نفس
اور سینے میں ہمارے جز ہوا کوئی نہیں

آگیا وقت فشار قبر دیواریں بڑھیں
کیا کفن میں صرۂ خاک شفا کوئی نہیں

باب خیبر کے اٹھانے کا کیا حیدرؑ نے قصد
اب سپربھی لائق دست خدا کوئی نہیں

حکم حق سے تا قیامت یہ امامت رہ گئی
جانشین مصطفیٰؐ جز مرتضیٰؑ کوئی نہیں

اٹھ کے خود تعظیم اکبرؑ سرور عالم نے کی
اب بجز اکبرؑ شبیہ مصطفیٰؐ کوئی نہیں

قبلہ اصلی ہے یہ لازم ہے عالم کو طواف
مصطفیٰؐ کے دل میں جز یاد خدا کوئی نہیں

دشمن حق دشمن آل نبیؐ ہیں تا بہ حشر
داستاں کی ابتدا و انتہا کوئی نہیں

مصطفیٰؐ معراج کی شب کو خدا کے پاس تھے
ایک پردے کے سوا اب دوسرا کوئی نہیں

سینۂ اکبرؑ میں ہوتی ہے قیامت کی تپک
جان لینے والا برچھی کے سوا کوئی نہیں

ہیں مراد فَوْقَ اَیْدِیْھِمْ علی مرتضیٰؑ
اور اب دست زبردست خدا کوئی نہیں

اعتقاد اپنے ملائک سے کہوں گا صاف صاف
اب لحد میں جز علی مرتضیٰؑ کوئی نہیں

بت بھی کعبے میں گرے سجدے کو پیش کبریا
مصطفیٰؐ سا پیشوا ومقتدا کوئی نہیں

عرش اعلیٰ بھی نگاہوں سے خجل ہو کر چھپا
تیرا ہمسر اے زمیں کربلا کوئی نہیں

اے امام عصرؑ چہرے سے الٹئے بھی نقاب
آپ سا اب مالک ارض وسما کوئی نہیں

پردۂ امت رہے کوئی تو کہہ دے شمر سے
دوش زینبؑ پر ردا اس کے سوا کوئی نہیں

کربلا والوں کی سچ ہے زندگی میں موت تھی
درد دل ہیں اور ممنون دوا کوئی نہیں

ہیں جدا اعضا شہیدوں سے نیا ہے تفرقہ
ہیں وہاں پر یہ جہاں پر آشنا کوئی نہیں

حال زور دست حیدرؑ اہل عالم پر کھلا
اور اب دست خدا خیبر کشا کوئی نہیں

یا علیؑ آؤ کہ آیا پرسش محشر کا وقت
ڈوبتی کشتی کا میری نا خدا کوئی نہیں

ہند کب زنداں میں آتی ہے یہ قسمت دیکھئے
جب سر پر نور زینبؑ پر ردا کوئی نہیں

کربلا کی راہ ہے مسدود تو دل بھی ہے بند
قلب میں حضرت کے شاید مدعا کوئی نہیں

کہتی ہیں قبریں ادھر سے قافلہ گذرا ہے ایک
گو زمین کربلا پر نقش پا کوئی نہیں

سمت مشرق سے ہوا مہر امامت کا طلوع
حق کے گھر میں جز علی مرتضیٰؑ کوئی نہیں

اے علیؑ کعبہ یہ ہے اس کے مکیں ہیں آپ ہی
بند آنکھیں کھولئے جز مصطفیٰؐ کوئی نہیں

کس قدر تیروں کو الفت تھی کسی مظلوم سے — سب ہیں دل میں شہ کے سینہ سے جدا کوئی نہیں

غمزدہ اس بزم عالم میں نہیں جاویدؔ ہم
زخم لاکھوں دل میں ہیں لیکن بہا کوئی نہیں

(۴۷)

میں یہ سمجھا اک مسافر اپنے گھر تک آ گیا — بڑھ کے گیسو شام کا دوش سحر تک آ گیا
کیوں تڑپ کر کروٹیں بدلیں نہ (اکبرؑ) خاک پر — پھل سناں کا دل سے بڑھ کر اب جگر تک آ گیا
شہ کے پہلو میں فقط عباسؑ و اکبرؑ رہ گئے — جو زوال آنا تھا سب پر دو پہر تک آ گیا
سرخ پھولوں کی اڑی رنگت ہوئے چہرے سفید — کھنچ کے آخر رنگ دامان سحر تک آ گیا
اب بھلا بڑھتی ہوئی اس پیاس کو روکے گا کون — حلق کا کانٹا یتیموں کے جگر تک آ گیا
اب بہار حسن اکبرؑ پر خزاں آ جائے گی — عمر آدھی کٹ گئی گیسو کمر تک آ گیا
یاد آئی فاطمہ صغریٰ کو غربت باپ کی — جب مسافر کوئی مر کر اپنے گھر تک آ گیا
آپ کے رونے سے مجلس میں ہوئے واقف رسولؐ — نالۂ جاں‌سوز یوں باب اثر تک آ گیا
اس میں کیا شک ہے کہ رفتہ رفتہ خود بڑھتا ہے غم — حلق سے اصغرؑ کے تیر آخر جگر تک آ گیا
تھا نقیب صبح کے تارے کا طفلانہ مزاج — کر کے ضد آخر کو آغوش سحر تک آ گیا
اے خوشا شان امامت اے زہے زور علیؑ — اک ضعیف وناتواں لاش پسر تک آ گیا
جانتا تھا دل کہ بچھڑیں گے مگر کیا تھی کشش — ہاتھ ماں کا دامن نور نظر تک آ گیا
شہؑ نے فرمایا چھدا برچھی سے جب اکبرؑ کا دل — میرے نخل آرزو میں اب ثمر تک آ گیا
خوف سے عباسؑ کے لشکر میں آدھی جان ہے — بڑھتے بڑھتے خون کا دریا کمر تک آ گیا
حلقہ ہائے چشم مرحب سے کھنچی تصویر یوں — ہاتھ حیدر کا جو زنجیر کمر تک آ گیا
انقلاب دہر بس بس کوئی آخر حد بھی ہے — شام کے دربار میں حضرتؑ کا سر تک آ گیا

لیجئے جاویدؔ وہ ہم ہیں وہ تربت سامنے
دم نہ ہونے پر مسافر اپنے گھر تک آ گیا

(۴۸)

کب آنسوؤں کو در شاہوار سمجھے ہیں — انہیں گہر سے بھی ہم آبدار سمجھے ہیں
گھروں میں اپنے توکل سے جو کہ بیٹھے ہیں — انہیں کو اہل دول مالدار سمجھے ہیں
حسینؑ پانی نہ ملنے پہ شکر کرتے ہیں — اسی میں مصلحت کردگار سمجھے ہیں
کہا یہ شہ نے کہ جب سے کیا ہے وقف قتل — یہ سر امانت پروردگار سمجھے ہیں
جہاں سے جاتے ہیں دولہا بنے ہوئے قاسمؑ — بدن کے زخموں کو پھولوں کے ہار سمجھے ہیں
خدا کی راہ میں ہم مر کے ہوں گے پھر زندہ — اجل ہمیں ہم اجل کو شکار سمجھے ہیں

علیؑ کے رتبہ اعلیٰ کو کوئی کیا سمجھے نہیں جو سمجھے ہیں وہ کردگار سمجھے ہیں
جو دل میں داغ ہیں حسرت کے ہم انہیں جاویدؔ
شگوفۂ چمن روزگار سمجھے ہیں

(۴۹)

اشک باری پہ جو دردِ جگری آ جائے شجرِ خشک میں مژگاں کے تری آ جائے
طالبِ اوج نہ ہو مثلِ فلک اے منعم کہیں تجھ میں بھی نہ بیداد گری آ جائے
اشہبِ شہ سے ملاتا ہے یہ اپنی رفتار ٹھوکروں میں نہ کہیں کبک دری آجائے
یادِ صبحِ رخِ اکبرؑ میں جو کھینچوں آہیں (ہوئی سا دل سے) نسیمِ سحری آ جائے
(کہتی تھیں) دیکھ کے دلدل کے طرارے پریاں ہم میں کس طور سے یہ تیز پری آجائے
روضۂ سیدِ مظلوم ہے وہ رشکِ جناں حور بن جائے جو سائے میں پری آجائے
اشک اس واسطے رخسار پہ تھم رہتے ہیں منتظر ہیں کہ کوئی ہم سفری آجائے
خشک ہو جائے ابھی قلزمِ عصیاں جاویدؔ
اشکِ ماتم سے جو دامن میں تری آجائے

(۵۰)

حشر کے دن خوش رہوں گا مرتضیٰؑ کے سامنے ان کا بندہ ہوں یہ کہہ دوں گا خدا کے سامنے
کچھ نہ آیا اس کو اکبرؑ کی جوانی پر ترس زورِ انساں کا نہیں چلتا قضا کے سامنے
آہیں بھرتا ہوں تو سینے میں چھپا لوں داغ کو شمع روشن رہ نہیں سکتی ہوا کے سامنے
سہل اب کیوں کر نہ ہو عقدِ انامل کا حساب یہ گرہ بھی کھل گئی مشکل کشاؑ کے سامنے
ہے نئی صورت سے اس چھوٹے سے لشکر کی نمود ہیں بہتر لاشیں شاہِ کربلاؑ کے سامنے
غم میں دو بچوں کے آنکھوں سے ہیں دو دریا رواں لاشیں آئی ہیں جو بنتِ مرتضیٰؑ کے سامنے
قبر میں پاؤں کو پھیلانے کی ضد اچھی نہیں بے ادب گستاخیاں مشکل کشا کے سامنے
تین پر جب سے کٹے ہیں حضرت جبریل کے ہوش اڑ جاتے ہیں تیغِ مرتضیٰؑ کے سامنے
جتنے قطرے ہیں پسینے کے وہ سوکھیں گے ابھی یہ سفینے تھم نہیں سکتے ہوا کے سامنے
رو برو حیدرؑ کے کعبے میں ہوئے سب سرنگوں بت بھی سجدے کو جھکے گر کر خدا کے سامنے
بابِ خیبر بوجھ میں یوں تو سوا تھا کوہ سے تھا وہ اک تنکے سے کم دستِ خدا کے سامنے
جب علیؑ پہنچے تو کعبے میں جھکے سجدے کو بت پیشوا و مقتدا و رہنما کے سامنے
قلب بھی زینبؑ کا تھا رفتارِ اکبرؑ پر نثار آئینہ کیا چیز ہے اس نقشِ پا کے سامنے
رشکِ جنت قبر ہے خاکِ شفا کی وجہ سے درد بڑھ سکتا نہیں کوئی دوا کے سامنے
ہاں نصیری عشقِ حیدرؑ میں بڑھے حد سے ضرور جو انہیں کہنا ہے کہہ دیں گے خدا کے سامنے

موت اپنی ہے کہ حد رعب اکبرؑ ہے عیاں
دم نکلتا ہے علی مرتضیٰؑ کے سامنے
اے فرشتو! دیکھ لو تعظیم کو اٹھتا ہوں میں
جان میں جان آئی ہے مشکل کشاؑ کے سامنے
ہے رخ شبیرؑ سے شان امامت کا ظہور
مطمئن دل ہے ہجوم اشقیا کے سامنے
امتحاں کا وقت کب آیا یہ ہے قسمت کی بات
کوئی حیدرؑ سے نہ بولا مصطفیٰؐ کے سامنے
اپنے چھپ جانے کی دہشت سے نمود حسن ہے
اور بھی تارے چمکتے ہیں گھٹا کے سامنے
مل گیا جاویدؔ اب تو رتبہ معراج بھی
پست ہے گردوں ترے ذہن رسا کے سامنے

(۵۱)

مدح حیدر ترک ہو مجھ سے، (قلق رہ جائے گا)
یاد بلبل کو گلستاں کا سبق رہ جائے گا
میں یہ سمجھوں گا ابھر آئے ہیں دل کے آبلے
مثل پیشانی جو شیشے پر عرق رہ جائے گا
میں اگر مدفن میں روؤں تو نہیں اس کا عجب
ہم یہ کہتے تھے کلیجہ اس کا شق رہ جائے گا
خونچکاں شمشیر حیدرؑ کا اگر پر تو پڑا
صبح کیسی شام تک بن کر شفق رہ جائے گا
لوٹ لیں گے سب متاع حسن کو اے آفتاب
شام تک باقی نہ سونے کا ورق رہ جائے گا
تشنہ کام حشر پی جائیں گے آنسو کی طرح
کچھ اگر بالائے پیشانی عرق رہ جائے گا
بعد اکبرؑ راہ میں (شبیرؑ تیزی سے بڑھیں)
باپ لاشے پر نہ پہنچا تو قلق رہ جائے گا
کون چہرے سے علی اکبرؑ کے (دے تشبیہ بھی)
تا قیامت حسن یوسفؑ کو قلق رہ جائے گا
آئیں گے مہدیؑ ہادی جب عدالت کے لئے
جتنا باطل ہے وہ مٹ جائے گا، حق رہ جائے گا
جان آجاتی اگر پہلے سے آجاتے علیؑ
وقت نزع روح بس اتنا قلق رہ جائے گا
مرثیے میں تیرے اے جاویدؔ یہ نکتہ ہے خوب
ہے وہ روئے حور جو سادہ ورق رہ جائے گا

❁❁❁